www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

مقالات

ڈاکٹر حافظ محمود اختر

تبلیغِ دین میں نبی اکرم ﷺ کا طریقہ کار

اور دورِ حاضر میں تبلیغِ دین کی مساعی

تبلیغ دین میں نبی کریمؐ کے اسوہ کی اہمیت

رسول اللہ ﷺ انسانوں کے لئے زندگی گزارنے کا بہترین نمونہ ہیں۔ زندگی کے ہر شعبے میں آپؐ کی عملی مثال اور نمونہ موجود ہے اور مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اسی نمونے کے مطابق اپنا نظامِ زندگی استوار کریں۔ اسی بات کو قرآن مجید نے ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے:

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللهَ كَثِيرًا ﴾ (۱)

"بے شک تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے جو اللہ سے ملنے اور قیامت کے آنے کی امید کرتا ہو اور جو اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا ہو"

دین کی نشرواشاعت اور دعوت دین کے فروغ کے حوالے سے حضور اکرم ﷺ کو قرآن مجید میں حکم دیا گیا:

﴿ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ ﷺ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ﴾ (۲)

"اے رسول ﷺ جو چیز آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کی گئی ہے اسے دوسروں تک پہنچائیں اگر آپ نے ایسا نہیں کیا تو آپ نے فریضہ رسالت ادا نہیں کیا"

چنانچہ اس فریضہ کی ادائیگی کے سلسلے میں آپؐ نے ایک بہترین نمونہ اور طریقہ کار پیش فرمایا۔ آپؐ کی دعوت کا بنیادی منشور قرآن تھا اور اس کی عملی تصویر اپنا کردار تھا۔ آپؐ کے فرائض نبوت کے حوالے سے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا:

﴿ لَقَدْ مَنَّ اللهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُو

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

عَلَيْهِمْ آيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ﴾ (۳)

"یقیناً اللہ نے مومنین پر احسان فرمایا کہ ان میں ایک رسول، انہی میں سے بھیجا جو ان پر قرآن کی آیات تلاوت کرتا ہے، ان نفوس کا تزکیہ کرتا، انہیں کتاب کی تعلیم دیتا اور انہیں حکمت سکھاتا ہے"

چنانچہ ضروری تھا کہ آپؐ انسانی نفسیات کے بنیادی اصولوں کو پیش نظر رکھیں۔ مختلف اوقات اور کیفیات میں انسانی طرز عمل کو ملحوظ رکھیں۔ انسانوں کے انداز فکر اور بعض اسباب کے تحت اس میں پیدا ہونے والی کجی اور کمزوری کا آپؐ کو علم ہو تاکہ دعوت دین پیش کرتے ہوئے انسان کے بارے میں بنیادی حقائق کو پیش نظر رکھا جائے۔

حضور اکرم ﷺ کا پیغام جس طرح اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی کی صورت میں نازل ہوا تھا اسی طرح اس کے فروغ واشاعت کا طریق کار بھی اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے بتایا جاتا ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں قرآن مجید کی بہت سی آیات سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ طریق تبلیغ بھی الہامی تھا۔ مثلاً ابتدائی مرحلے میں فرمایا:

﴿ قُمْ فَاَنْذِرْ، وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ﴾ (۴)

"اٹھئے اور (لوگوں کو) ہدایت کیجئے اور اپنے رب کی بڑائی بیان کیجئے"

اس سے اگلے مرحلہ پر فرمایا:

﴿ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴾ (۵)

"اور اپنے قریب کے رشتہ داروں کو (اللہ تعالیٰ سے) ڈرائیں اور جو مومن آپؐ کی اتباع کرتے ہیں ان کے ساتھ متواضع رویہ اختیار کریں اور لوگ آپ کی نافرمانی کریں تو آپ ان سے کہہ دیں کہ میں تمہارے اعمال سے بری الذمہ ہوں"

تبلیغ دین کے بنیادی اصول قرآن کی روشنی میں

سورۃ النحل میں فرمایا:

﴿ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ﴾

"آپ انہیں اپنے رب کی راہ کی طرف بلائیں حکمت، عمدہ نصیحت اور احسن طریق سے بحث وتمحیص کے ذریعے"

اس آیتِ مبارکہ میں تبلیغ دین کے تین اصولوں کا تذکرہ کیا گیا ہے:

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

(۱) حکمت (۲) موعظة الحسنة یعنی عمدہ نصیحت (۳) احسن طریق سے بحث

مولانا شبیر احمد عثمانی حکمت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

"نہایت پختہ اور اٹل مضامین، مضبوط دلائل و براہین کی روشنی میں حکیمانہ انداز سے پیش کئے جائیں جنہیں سن کر فہم و ادراک اور علمی ذوق رکھنے والا طبقہ گردن جھکا دے۔ اس استدلال کے سامنے دنیا کے فلسفے ماند پڑ جائیں اور کسی قسم کی علمی و دماغی ترقیاتی وحی الٰہی کے بیان کردہ حقائق کا ایک شوشہ تبدیل نہ کر سکیں"۔[۷]

مولانا مودودیؒ اس لفظ کی تشریح یوں بیان کرتے ہیں :

"دانائی کے ساتھ مخاطب کی ذہنیت، استعداد اور حالات کو سمجھ کر موقع و محل کی مناسبت سے بات کی جائے۔ ہر قسم کے لوگوں کو ایک ہی لاٹھی سے نہ ہانکا جائے۔ جس شخص یا گروہ سے سابقہ پیش آئے اس کے مرض کی تشخیص کی جائے پھر ایسے دلائل سے اس کا علاج کیا جائے جو اس کے دل و دماغ کی گہرائیوں سے اس کے مرض کی جڑ نکال سکتے ہیں۔ نہایت سنجیدہ طریقے سے مخاطب کی ذہنیت کا لحاظ رکھتے ہوئے بات پیش کی جائے"۔[۸]

موعظة الحسنة یعنی عمدہ نصیحت کا مطلب ہے : نہایت موثر اور رقت آمیز نصیحت سے نرم خوئی اور دلسوزی کے ساتھ بات پیش کی جائے۔ اخلاص، ہمدردی، شفقت اور حسن اخلاق کے ساتھ خوبصورت اور معتدل انداز سے نصیحت کی جائے۔ یہ انداز نصیحت ان لوگوں کے لئے زیادہ موثر ہوتا ہے جو زیادہ عالی دماغ اور ذکی و فہیم تو نہیں ہوتے مگر ان کے دل میں طلب حق کی چنگاری موجود ہوتی ہے۔[۹]

موعظة الحسنة کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ مخاطب کو صرف دلائل ہی سے مطمئن نہ کیا جائے بلکہ اس کے جذبات کو بھی اپیل کیا جائے۔ برائیوں اور گمراہیوں کا ابطال محض عقلی انداز سے ہی نہ کیا جائے بلکہ اس کے اندر اللہ نے برائی کے لئے جو فطری نفرت رکھی ہے، اسے بھی ابھارا جائے اور اس کے برے نتائج کا خوف دلایا جائے۔ ہدایت اور اعمال صالحہ کی محض تلقین ہی نہ کی جائے بلکہ ان کی حقانیت عقلاً بھی ثابت کی جائے اور ان کی رغبت و شوق اس کے اندر سے بھی پیدا کی جائے۔ نصیحت دلسوزی کے ساتھ پیش کی جائے۔ اپنی علمی بالادستی اور دوسرے کی کم علمی کو نہ ابھارا جائے بلکہ خیر خواہانہ انداز سے بات کی جائے۔[۱۰]

﴿ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ﴾ کا معنی یہ ہے کہ اول تو بحث و تمحیص سے گریز کیا جائے لیکن اس کی نوبت آہی جائے تو پھر نہایت احسن و موزوں انداز سے اپنایا جائے۔ یہ بات ذہن

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

میں رکھی جائے کہ باطل ہمیں ادھرادھر کی بحثوں میں الجھا کر ہمیں ہمارے نصب العین سے ہٹا کر الجھانا چاہے گا تاکہ ہماری صلاحیتیں اور اوقات اسی طرف صرف ہوں۔ مزید یہ کہ ایسی کچھاؤ کی فضا بن جائے کہ حق بات قبول کرنے کے احکامات اور فضا موزوں نہ رہے۔ للذا اگر بحث کرنی ہی پڑے تو شائستگی کے ساتھ کہ فضا مکدر نہ ہونے پائے۔ بحث برائے بحث کی کیفیت پیدا نہ ہو۔ ہٹ دھرمی کا مظاہرہ نہ ہو۔ حق شناسی اور انصاف کا دامن نہ چھوڑا جائے۔ (۱۱)

حضور اکرم ﷺ کا طریق دعوت ان اصولوں کی عملی شکل تھا۔ آپؐ نے مسلمانوں کے قلوب اور انداز فکر کو بدل ڈالا۔ اقدار بدل گئیں۔ قلوب کی کایا پلٹ ہو جانے سے برائی سے نفرت اور نیکی سے محبت پیدا ہو گئی اور اسی نفرت کی بنا پر وہ دائمی طور پر چھوٹ گئی۔

تبلیغ دین میں حضور اکرمؐ کا طرز تکلم

ابلاغ دین میں نبی کریم ﷺ نے ہمیشہ نفسیات انسانی کے مسلمہ حقائق کو پیش نظر رکھا۔ در حقیقت آپؐ نے اس سلسلے میں وہ اصول دیئے ہیں جو رہتی دنیا تک کے مبلغین کے لئے بہترین اور کامل نمونہ ہیں۔ آپؐ نے اپنے بارے میں ارشاد فرمایا:

"انما بعثت معلما" (۱۲)

"میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں"

معلمانہ کردار ادا کرنے کے لئے نفسیات انسانی کے بنیادی پہلوؤں کو جانب ضروری تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو وہ تمام اصول سکھا دیئے۔ آپ انسانی نفسیات کا تجزیہ کرنے کی صلاحیت سے مالا مال تھے۔ آپ کسی سے ملاقات فرماتے تو چند ہی لمحوں میں اس کے مزاج، فہم و شعور کی استعداد اور افتاد طبع کا اندازہ فرما لیتے اور پھر اسی تجزیے کے مطابق اس سے کلام فرماتے۔ قرآن مجید میں بھی انسانی مزاج اور نفسیات کے بارے میں بنیادی حقائق بیان کئے گئے۔ آپ کی نگاہ حق شناس میں یہ اصول بھی ہر وقت رہتے تھے۔

قرآن مجید نے اگر اعلان کیا کہ تمام انسان علم میں ایک جیسے نہیں تو حضور اکرم ﷺ نے اپنی تبلیغی پالیسی اسی اصول پر مرتب فرمائی کہ

"کلّموا الناس علی قدر عقولهم" (۱۳)

"انسانوں سے ان کی عقلوں کے مطابق بات کرو"

چنانچہ اسلوب تبلیغ میں ہم یہ اصول بچوں کے ساتھ بات کرتے ہوئے، اپنے جان نثار صحابہؓ سے کچھ ارشاد فرماتے ہوئے اور غیر مسلموں سے بحث فرماتے ہوئے دیکھ سکتے ہیں۔ ہر موقع و محل کی مناسبت سے مختلف انداز اختیار فرمایا۔ حضور اکرم ﷺ کا اپنا بیان مبارک ہے:

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

"انا امرنا معشر الانبیاء بان نکلم الناس علی مقادیر عقولھم" [14]

"ہم گروہ انبیاء کو حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں کی ذہنی سطح کے مطابق بات کیا کریں"

مسجع و مقفع لفاظی، زبان درازی، باچھیں کھول کر اور گلہ پھاڑ پھاڑ کر تقریر کرنا باتوں کو خواہ مخواہ پھیلانا بھی حضور ﷺ کو ناپسند تھا۔ آپؐ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

"ان اللہ یبغض البلیغ الذی یتخلل بلسانہ تخلل البقرۃ بلسانھا"

"اللہ کو وہ فصیح و بلیغ خطیب ناپسند ہے جو اپنی زبان سے یوں چرتا ہے جس طرح گائے چرتی ہے" [15]

انداز گفتگو، دعوت دین میں بہت اہمیت رکھتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے طریق تبلیغ میں اس اصول کو بھی بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ ام معبدؓ آپؐ کے کلام و گفتگو کے انداز کے بارے میں فرماتی ہیں:

"حلو المنطق فصل لانزر ولا ھذر کان منطقہ خذرات نظمن" [16]

"آپؐ شیریں کلام تھے۔ آپؐ کی ہر بات نہایت واضح ہوتی، نہ قلیل الکلام تھے نہ فضول الکلام۔ آپؐ کا کلام معجزانہ انداز سے پروئے ہوئے موتیوں کی مانند تھا جو لڑی میں پرو دیئے گئے ہوں"۔

نبی اکرم ﷺ کے انداز تکلم کے بارے میں امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

"آپؐ کے کلام میں وقفہ ہوتا تھا کہ یاد کرنے والے کو الفاظ یاد ہو جاتے" [17]

اس سلسلے میں حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان فرماتی ہیں:

"آپؐ کی گفتگو ایسی تھی کہ تم لوگوں کی طرح لگاتار جلدی جلدی نہیں ہوتی تھی بلکہ ایک مضمون دوسرے سے جدا جدا ہوتا تھا۔ پاس بیٹھے ہوئے اسے اچھی طرح ذہن نشین کر سکتے تھے" [18]

آپؐ کے طرز تکلم کے بارے میں روایت ہے کہ آپ کی گفتگو آغاز سے اختتام تک منہ بھر کر ہوتی۔ جامع الفاظ سے گفتگو فرماتے [19] الفاظ کم اور پر معنی ہوتے۔ آپ کا کلام جدا جدا ہوتا یعنی ہر فقرہ دوسرے سے بالکل جدا اور واضح ہوتا [20]

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنے کلام کو حسب ضرورت تین مرتبہ دھراتے تاکہ سننے والے کو درست طور پر سمجھ آجائے۔ [21]

جاحظ اس سلسلہ میں لکھتے ہیں:

"نبی کریم ﷺ نے اپنی گفتگو میں ہمیشہ ایسا اسلوب اپنایا کہ لوگوں پر گراں نہ

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

گزرے۔ انداز میں تصنع اور بناوٹ نہ ہوتی۔ بات پھیلانے کے وقت پھیلاتے اور اختصار کے وقت مختصر فرماتے یعنی موقع و محل کی مناسبت سے بات فرماتے۔ آپؐ نے گلا پھاڑ پھاڑ کر باتیں کرنے والوں سے کنارہ کشی فرمائی۔ انوکھے اور نامانوس الفاظ سے اجتناب فرماتے۔ آپؐ کے کلام میں ہیبت کے ساتھ شیرینی و حلاوت اور حسن افہام کے ساتھ قلت کلمات یکجا دکھائی دیتے ہیں۔ لوگوں نے نبی کریم ﷺ کے علاوہ کسی اور کا کلام نہیں سنا جو اس قدر زیادہ منفعت بخش، لفظی اعتبار سے اس قدر معتدل، توازن میں اس قدر کامل اور روش کے اعتبار سے اس قدر حسین و جمیل، مقاصد کے اعتبار سے اس قدر محترم، اثر میں اس قدر خوبصورت، ادائیگی میں اس قدر آسان، اور معنی کو اس قدر کھول کر بیان کرتا ہو" (۲۲)

حضور اکرم ﷺ کے طریق تبلیغ کے بارے میں مصطفیٰ صادق الرافعی لکھتے ہیں:

"آپؐ کے الفاظ میں اس قدر بلندی و عمدگی ہوتی تھی کہ اگر یہ الفاظ وعظ کے لئے استعمال ہوں تو یوں لگتا ہے جیسے کسی زخمی جگر کی آہیں ہوں" (۲۳)

گویا آپؐ کے الفاظ میں بلندی و عمدگی کے ساتھ ساتھ دل سوزی اور درد دل کا پہلو یکجا ہوتا تھا۔ اگر تھوڑا سا غور کریں تو یہ بات آسانی سے سمجھی جاسکتی ہے کہ ان دو متضاد خصوصیات کا یکجا ہونا مشکل ہوتا ہے یا بلند خیالی ہوگی یا دل سوزی۔ لیکن حضورؐ کے خطاب میں ان کا امتزاج موجود ہے۔

حضور اکرم ﷺ کے کلام میں در حقیقت قرآن مجید کی اس آیت مبارک کی عملی تشریح دکھائی دیتی ہے:

﴿ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴾ (۲۴)

"میں بناوٹ کرنے والوں میں سے نہیں ہوں"

کلام کا آغاز و اختتام کسی گفتگو میں بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ آغاز میں اگر سامعین متکلم کا موضوع سمجھ جائیں تو تفصیلات گفتگو تبھی قابل فہم ہوسکتے ہیں۔ آغاز میں متکلم اپنی گفتگو کا مدعا و مضمون بیان کرتا ہے درمیان میں اس کے حوالے سے تفصیلات و دلائل بیان کئے جاتے ہیں اور آخر میں پھر خلاصہ کلام بیان کیا جاتا ہے۔ اس پہلو سے بھی حضور اکرم ﷺ کا انداز خطاب نہایت معقول تھا۔ آپؐ کے خطبات کی روشنی میں مصطفیٰ صادق لکھتے ہیں:

"کلام کے آغاز و اختتام میں انداز اس قدر واضح ہوتا تھا کہ مخاطب کو معنی اچھی طرح معلوم ہوجاتا" (۲۵)

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

"حضور ﷺ اپنے مخاطبین کی ذہنی کیفیت کے مطابق انہیں قائل کرنے اور بات ذہن نشین کرنے کے لئے بے حد خوب صورت اور نہایت پر کشش طریقہ استدلال اپناتے تھے۔ آپ کے خطبات میں جوش و تموج بھی ہے اور ہیبت و جلال نبوت بھی۔ آپ کے ہاں عرب کاہنوں کی مانند سجع و قافیہ کی بھول بھلیاں بھی نہیں اور خطبائے عرب کی بھاری بھرکم لفظی اور عبارت آرائی بھی نہیں۔ یہاں ایک ایسا اسلوب بیان ہے جو سیل بے پناہ سے زیادہ زور دار، بادنسیم سے زیادہ سحرانگیز و پرلطف اور پھول کی پتی سے زیادہ نرمی و نزاکت کی کیفیت لئے ہوئے ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ جو بات قلب نبوت سے نکل رہی ہے وہ اخلاص و ایمان کی حرارت لئے قلب مومن کی گہرائیوں میں اترتی جارہی ہے۔ (۲۶)

دوران خطاب حضور اکرم ﷺ لوگوں کو اپنی طرف ہمہ تن گوش رکھتے۔ ابن ماجہ میں روایت ہے:

"آپؐ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ رکھتے اور خطبہ کے دوران اپنا رخ انور دائیں بائیں جانب پھیرتے" (۲۷)

ڈاکٹر شوقی ضیف اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

"اللہ تعالٰی نے آپؐ کو ایسی فصاحت و بلاغت عطا فرمائی تھی کہ آپ خطبہ کے دوران گویا لوگوں کے دلوں کی باگ ڈور کے مالک ہوتے۔ اپنی گفتگو کے موقع و محل کی مناسبت سے بہت سے الفاظ اور انداز بیان آپ کے پاس موجود ہوتے۔ یہ آپ کی مرضی ہوتی کہ جو اسلوب اور جیسے الفاظ آپ چاہیں، اختیار فرمالیں" (۲۸)

سامعین کے بارے میں یہ بات ذہن نشین رہے کہ نبی کریم ﷺ کی مجلس میں گزرنے والے لمحات ان کی قیمتی متاع ہوتے تھے اور وہ آپؐ کی ہر بات نہایت توجہ سے سنتے۔ ان کے ہمہ تن گوش ہونے کی کیفیت یہ ہوتی کہ پرندے ان کے سرپر بیٹھ جائیں لیکن انہیں کوئی پتہ نہ ہوتا۔

لیکن اس کے باوجود آپؐ اپنے اسلوب تبلیغ میں ایسے طریقے اپناتے کہ لوگ ہمہ تن گوش رہیں (یہ دوسروں کی تربیت کا ایک طریق بھی ہے کہ ہم آپ کے اس انداز سے طریق تبلیغ سیکھ سکیں) جس طرح آپؐ کوئی اساسی بات ارشاد فرماتے، تو صحابہؓ سے سوال فرماتے: مثلاً اتدرون ما المفلس فینا[۲۹] (کیا تمہیں معلوم ہے ہم میں سے مفلس کون ہے) [۳۰] کبھی آپؐ فرماتے: کیا میں تمہیں کبیرہ گناہ کے بارے میں نہ بتاؤں؟ ظاہر ہے صحابہؓ تو ایسی ہی باتوں کے منتظر ہوا کرتے تھے۔ آپؐ کے اس انداز سے ان کا شوق طلب مزید بڑھ جاتا۔

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

کسی بات اور عمل کی اہمیت زیادہ سے زیادہ موثر طور پر صحابہؓ کے ذہنوں میں بٹھانے کے لئے بعض اوقات یہ الفاظ استعمال فرماتے: "والذی نفسی بیدہ" [۳۱] (اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے) یا "والذی نفس محمد بیدہ" [۳۲] (اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے)۔ اس انداز تکلم سے صحابہؓ کے اندر ایک مخصوص جذباتی کیفیت پیدا ہو جاتی۔

اہم اور اساسی تعلیمات صحابہ کو ذہن نشین کروانے کے لئے یہ انداز اپناتے کہ بات کو نکات میں تقسیم فرما دیتے مثلاً ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حقوق ہیں [۳۳] ..... اور اس کے بعد اسلامی معاشرے کی پہچان کی حیثیت رکھنے والی تعلیمات کا ذکر فرمایا۔ اسی طرح فرمایا: منافق کی تین علامات ہیں: "جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے۔ جب امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے" [۳۴]

غیر مسلموں کے سامنے تبلیغ دین کی بنیاد

دعوت کے مخاطب اگر عیسائی وغیرہ ہوتے قرآن مجید کی آیت مبارکہ کہ "تم اہل کتاب سے مجادلہ نہ کرو" کی عملی مثال پیش فرماتے اور اس وقت کسی اختلافی مسئلہ پر بحث کرنے کی بجائے اقدار مشترک پر اکٹھا ہونے کی دعوت دیتے۔ مثلاً نجران سے عیسائی آیا تو انہیں دعوت دی گئی کہ

﴿ یاھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ و لا نشرک بہ شیئا ﴾ (۳۵)

"اے اہل کتاب آؤ ایک بات کی طرف جو برابر ہے ہمارے اور تمہارے درمیان کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں"

اسی آیت کی تشریح ہرقل کو لکھے گئے خط سے بھی ہوتی ہے۔ آپؐ نے اسی آیت کا حوالہ دے کر اسے بھی اسلام اور عیسائیت کی مشترکہ تعلیمات ہی کی بنیاد پر دعوت اسلام دی کہ عیسائیت اور اسلام کے بنیادی عقائد میں بنیادی طور پر کوئی اختلاف نہیں۔ اس لئے اسلام کوئی نئی چیز نہیں۔ [۳۶] یہی مضمون مقوقس عظیم قبط جریج بن مینا کے خط میں موجود ہے۔ کسریٰ چونکہ مجوسی تھا اس لئے یہاں "اقدار مشترک" کا ذکر نہیں۔ [۳۸]

غرض آپ کے خطوط جامع اور مختصر نویسی کا شاہکار دکھائی دیتے ہیں۔ ایک ایسا شخص جسے حضور ﷺ کی آمد اور آپ کے پیغام کے بارے میں کچھ بھی پتہ نہ ہو، وہ ان مختصر خطوط سے آپؐ سے تعارف بھی حاصل کر لیتا ہے اور آپ کے خط کے مقصود و مطلوب کو سمجھ لیتا ہے۔ کہیں سے ہمیں معلوم نہیں ہوا کہ کسی مکتوب الیہ کو ... سمجھ نہ آنے اور اس کے

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

اختصار میں ابہام کا اظہار کیا ہو بلکہ بعض خوش بختوں نے ان کی آواز پر لبیک کہا اور اسلام کے دائرہ میں داخل ہو گئے اور دوسرے بد قسمتوں نے انکار کر دیا۔

خطوط نبوی میں تبلیغ دین کے بنیادی اصولوں کی کار فرمائی بھی واضح طور پر دکھائی دیتی ہے کہ کہیں بھی حضور اکرم ﷺ ذاتی ہیبت اور دبدبے کی بات نہیں کرتے بلکہ دوسرے کی خیر خواہی کے جذبے کا ہی مظاہرہ ہوتا ہے کہ اس خیر خواہی کے تحت دعوت دی جارہی ہے۔ ان چند سطری خطوط میں توحید بھی ہے، رسالت اور آخرت بھی اور اللہ کی زمین پر اللہ کے قانون کی بالادستی قائم کرنے کا مقصد بھی بیان کر دیا گیا ہے۔

اسی طرح آپؐ اہم اور بنیادی تعلیمات کا ذکر فرماتے ہوئے کسی نہ کسی انداز سے اس فعل کی نسبت اپنی ذات کے ساتھ فرماتے۔ صحابہؓ کو آپؐ کی ذات گرامی کے ساتھ تو جذباتی لگاؤ تھا۔ اس کیفیت میں اس حکم پر عمل کرنا ان کی سب سے بڑی خواہش ہوتی۔ مثلاً نماز کی تلقین فرمائی تو یہ انداز اختیار فرمایا: "قرۃ عینی الصلوۃ" (۳۹) یعنی نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ یتیم بچوں سے شفقت لوگوں کے دلوں میں ڈالنا مطلوب تھی تو فرمایا: "جس نے یتیم بچی کی پرورش کی، قیامت کے روز وہ میرے ساتھ اس طرح ہو گا جس طرح میری یہ دو انگلیاں" (۳۹-۱) گویا یہ اس قدر عظیم اجر والا کام ہے کہ ایسا کرنے والے کو قیامت کے روز میرا قرب حاصل ہو گا۔ ظاہر ہے ایک مسلمان کے لئے اس سے بڑی سعادت اور کیا ہو سکتی ہے۔

موقع و محل کی مناسبت سے استدلال

موقع کی مناسبت سے بات کر کے مخاطب کو متاثر کرنا اور بات کو موثر طور پر ذہن نشین کروانا۔ حضور اکرم ﷺ کے طریق ابلاغ کا اہم اصول ہے۔ آپؐ ایک روز عصر کی نماز کے بعد خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ اتنے میں سورج غروب ہونے لگا۔ آپؐ کا موضوع گفتگو دنیا کی بے ثباتی تھا۔ موقع کی مناسبت سے آپؐ نے فرمایا:

"انہ لم یبق من الدنیا فیما مضی الا کما بقی من یومکم ھذا فیما مضی" (۴۰)

"دنیا کی گذشتہ عمر کے مقابلے میں اب اس کی عمر کا اتنا حصہ باقی رہ گیا جتنا آج کے دن کے گذشتہ وقت کے مقابلے میں اب غروب آفتاب کے وقت پر وقفہ رہ گیا ہے"

دنیا کی بے ثباتی اور قرب قیامت کے لئے یہ بہت عمدہ اور بر محل مثال تھی۔ غزوۂ حنین کے موقع پر قربانی اور انفاق کی ترغیب دے رہے تھے تو اس موقع پر انصار مدینہ کی قناعت پسندی کو بنیاد بنا کر سوال و جواب کے انداز میں اپنے خطبہ کو موثر بنایا۔ (۴۱)

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

مکہ کے لوگ آپؐ کی صداقت و امانت کے معترف تھے۔ آپؐ نے ان کے سامنے اپنا پہلا خطاب ارشاد فرمایا تو اسی پس منظر کو بنیاد بنا کر ان سے پوچھا: " ھل وجدتموني صادقا ام کاذبا" [۴۱] (کیا تم نے مجھے سچا پایا یا جھوٹا؟) ان سب کا جواب ایک ہی تھا۔ حضور ﷺ کے اس انداز نے کئی لوگوں کے دلوں میں اپنی بات کو اتار دیا۔ یہ خطبہ بڑا مختصر مگر دل میں اتر جانے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تمہید کے بعد آپؐ نے فرمایا:

"کوئی خبر لانے والا اپنے خاندان سے جھوٹ نہیں بولا کرتا۔ اللہ کی قسم اگر میں دنیا کے تمام انسانوں سے جھوٹ بولتا بھی تو تم سے پھر بھی جھوٹ نہ بولتا۔ اگر میں تمام دنیا والوں سے دھوکہ کر بھی لیتا تو تم سے کبھی دھوکہ نہ کرتا"... [۴۲]

اس خطبے نے گہرے اثرات مرتب کئے اور اس کے الفاظ و مضمون کو آج بھی تحریر و بیان کا شاہکار سمجھا گیا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نہ تو طویل تقریر فرماتے کہ لوگ اکتا جائیں اور نہ ہی موقع بے موقع تقریر فرماتے بلکہ آپؐ اختصار سے بھی کام لیتے اور اس بات کو بھی ملحوظ رکھتے کہ سننے والا اس وقت سننے کی خواہش بھی رکھتا ہے یا نہیں؟

عبداللہ بن مسعودؓ کے بارے میں روایت ہے وہ ہر جمعرات کو لوگوں کو وعظ و نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ ایک شخص نے ان سے کہا کہ آپ ہمیں روزانہ درس دیا کریں۔ آپؓ نے فرمایا کہ میں ایسا اس لئے نہیں کرتا کہ تم اکتا جاؤ گے میں اس سلسلے میں اسی طرح تمہارا خیال رکھتا ہوں جس طرح نبی اکرمؐ ہمارا خیال رکھا کرتے تھے۔ آپؐ ہمارے اکتا جانے کا خیال فرماتے۔ [۴۳]

ابن عباسؓ کے بارے میں بھی ایک روایت موجود ہے کہ انہوں نے عکرمہ سے کہا کہ تم ہفتہ میں ایک مرتبہ درس دیا کرو۔ اگر لوگ پسند کریں تو ہفتہ میں دو مرتبہ یا تین مرتبہ درس دو۔ اس سے زائد لوگوں کو تنگ نہ کرو۔ اس کے بعد ابن عباسؓ نے فرمایا: میں تجھے نہ پاؤں اس حالت میں کہ تو کسی قسم یا جماعت کے پاس جائے اور وہ لوگ اپنی باتوں میں مشغول ہوں اور تو ان کی باتوں کو منقطع کر کے انہیں وعظ و نصیحت شروع کر دے اور اس طرح تو ان کے لئے گرانی طبع کا باعث بنے۔ ایسی حالت میں تجھے چاہئے کہ تو خاموش رہے۔ البتہ اگر وہ تجھ سے وعظ و نصیحت کی خواہش کریں تو تو پھر ان کے سامنے حدیث بیان کر (اپنی بات بیان کر)۔ (اور اتنی ہی دیر تک ان سے بات کر جتنی دیر وہ بات سننے کی خواہش کریں۔ ابن عباسؓ کے الفاظ ہیں کہ "میں نے رسول اللہ اور آپؐ کے اصحابؓ سے یہی معلوم کیا ہے کہ وہ ایسا ہی کیا کرتے تھے"۔ [۴۴]

حضرت عمار بن یاسرؓ نے ایک مرتبہ تقریر میں بڑے اختصار سے کام لیا۔ لوگوں نے خواہش

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

کی کہ آپ کچھ مزید ارشاد فرمائیں۔ انہوں نے جواب دیا:

"امرنا رسول اللہ ﷺ باطالۃ الصلوۃ و قصر الخطب" (۴۵)

"رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ نماز کو طول دے کر پڑھو اور خطبات مختصر رکھا کرو"

رسول اللہ ﷺ نے یہ اصولی راہنمائی فرمائی کہ "خیر الامور اوسطھا" یعنی بہترین کام وہ ہیں جن میں اعتدال پایا جائے۔ چنانچہ آپ کے جو خطبات صحت کے ساتھ ہم تک پہنچے ہیں، ان میں اختصار و جامعیت کا پہلو نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ یہی طریق فطری بھی ہے اور اسی میں انسان سہولت محسوس کرتے ہیں ورنہ لمبی چوڑی تقاریر، مقرر کی شعلہ بیانی تو ہو سکتی ہے لیکن لوگوں کے لئے تنگی کا باعث بھی ہے اور عملی طور پر اس کے اثرات بھی کم ہوتے ہیں۔ تبلیغ دین کے نبوی اصولوں میں اخلاق حسنہ کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ قرآن مجید میں اس سلسلے میں فرمایا:

﴿ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ ﴾ (۴۶)

"اللہ تعالیٰ کی رحمت سے آپ کی افتاد مزاج ان لوگوں کے لئے نرم واقع ہوئی ہے اگر آپ بد خو اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے۔ آپ انہیں معاف کر دیں اور ان کے لئے مغفرت مانگیں"

اسی حوالے سے قرآن مجید نے حضور اکرم ﷺ کے مومنوں کے بارے میں طرز عمل کے بارے بیان کیا ہے:

﴿ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ﴾ (۴۷)

"لوگو تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آئے ہیں۔ تمہاری تکلیف انہیں گراں گزرتی ہے اور تمہاری بھلائی کے بہت خواہش مند ہیں۔ وہ مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والے اور مہربان ہیں"

تبلیغ میں مخاطبوں کا لحاظ رکھنا

تبلیغ دین میں آپ کے اخلاق حسنہ کا عالم یہ تھا کہ ہر شخص یہ سمجھتا کہ حضور ﷺ سب سے زیادہ مجھ ہی پر مہربان ہیں۔ آپ لوگوں کے جذبات و احساسات اور عزت نفس کا ہر لمحہ خیال فرماتے اپنے خدمتگاروں کو یہ محسوس کرواتے کہ آپ کے قلب انور میں ان کے لئے عزت و خلوص کے جذبات موجود ہیں اس طرز عمل نے حضور ﷺ کے پیروکاروں کو آپ کا جان نثار اور

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

گرویدہ بنا دیا۔

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں دس برس تک حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر رہا۔ حضور ﷺ نے مجھے کبھی اف تک نہیں کہا اور کبھی مجھے یوں نہیں فرمایا کہ تم نے کیوں کیا اور فلاں کام کیوں نہیں کیا؟ (۴۸)

تبلیغ میں اخلاق حسنہ کا مظاہرہ

آپؐ کے حسن اخلاق اور تبلیغ دین میں اس کے اثرات کا اندازہ حضور ﷺ کے ایک واقعہ سے کیا جا سکتا ہے کہ آپ کے در دولت پر ایک اجنبی شخص آیا۔ آپؐ نے اسے کھانا کھلا دیا اور رات بسر کرنے کے لئے جگہ دی۔ لیکن یہ شخص بدنیتی سے آیا تھا وہ شخص بستر پر غلاظت کر کے لوگوں کے بیدار ہونے سے قبل ہی بھاگ گیا لیکن اپنی تلوار وہیں چھوڑ گیا جب دور نکل گیا تو یاد آیا کہ میں اپنی تلوار تو وہیں چھوڑ آیا ہوں۔ وہ جلدی جلدی آیا کہ لوگوں کے بیدار ہونے سے قبل ہی اپنی تلوار لے آؤں۔ جب وہ واپس آیا تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ خود اپنے ہاتھوں سے بستر کی صفائی فرما رہے ہیں۔ آپؐ نے اسے کچھ بھی نہیں کہا۔ صرف اسی قدر فرمایا کہ بھئی تم اپنی تلوار یہیں بھول گئے تھے، یہ لے لو۔ اس حسن سلوک کو دیکھ کر وہ پکار اٹھا:

"اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد عبدہ ورسولہ" (۴۹)

عفو و درگزر

عفو و درگزر اور حلم و بردباری بھی تبلیغ دین میں حضور ﷺ کا ایک موثر طرز عمل تھا۔ قرآن مجید کی متعدد آیات میں اس بات کی طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ ایک داعی حق کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ عفو و درگزر اور صبر و تحمل سے کام لے۔ اس سے معاشرے کے اندر کھچاؤ اور تناؤ کا ماحول پیدا نہیں ہونے پائے گا۔ دعوت جس کے فروغ کے لئے ضروری ہے کہ فضا میں کھچاؤ نہ ہو بلکہ رواداری کا رجحان ہو۔ اس سلسلے میں قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿ وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُم بِهِ وَلَئِن صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِينَ، وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ ﴾ (۵۰)

"اگر تم انہیں تکلیف دینی چاہو تو اتنی ہی دو جتنی تکلیف تمہیں ان سے پہنچی اور اگر تم صبر کرو تو وہ صبر کرنے والوں کے لئے بہت اچھا ہے۔ صبر ہی کرو اور آپ کا صبر اللہ ہی کی مدد سے ہے۔ ان کے بارے میں غم نہ کریں اور جو بداندیشی یہ کرتے ہیں،

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

اس سے آپ کا دل تنگ نہ ہو"۔

حضور ﷺ نے اس تحمل و بردباری اور عفور و درگزر کا مظاہرہ فتح مکہ کے موقع پر فرمایا جس کے نتیجے میں جوق در جوق لوگ اسلام میں داخل ہوئے اور اسی موقع کے حوالے سے سورۃ النصر نازل ہوئی کہ "آپ نے دیکھ لیا کہ لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہو رہے ہیں"

ڈاکٹر حمید اللہ نے اس واقعہ کو بھی اسی عنوان کے تحت بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپؐ آرام فرما رہے ہیں اور تلوار درخت کے ساتھ لٹکی ہوئی ہے۔ اس نے دست درازی کا موقع پایا اور آپؐ پر تلوار تان کر کہنے لگا کہ مجھ سے آپ کو کون بچائے گا؟ آپؐ نے فرمایا کہ "میرا اللہ مجھے بچائے گا" یہ سن کر وہ کافر کانپنے لگا اور اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی۔ آپؐ نے اس سے پوچھا کہ اب تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ وہ کہنے لگا کوئی نہیں۔ حضور ﷺ نے اسے تلوار واپس کردی اور فرمایا "جا میں تجھے معاف کرتا ہوں۔" وہ اس طرز عمل سے اس قدر خوش ہوا کہ فوراً کلمہ شہادت پڑھا اور کہنے لگا کہ اب میں اپنے قبیلے میں جا کر اسلام کی تبلیغ کروں گا۔ (۵۱)

اس طرح کی لاتعداد مثالیں اسوۂ محمدی میں سے مل سکتی ہیں کہ عفو و درگزر نے بڑے گہرے مثبت اثرات مرتب کیے۔

لیکن یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ اگر کوئی شخص کسی حق بات کی خلاف ورزی کرتا تو اس وقت آپؐ کو غصہ آتا اور آپؐ کی یہ کیفیت اس وقت تک موجود رہتی جب تک آپؐ حق کو غالب نہ فرما لیتے۔ آپؐ نہ تو اپنے نفس کے لئے غضبناک ہوتے اور نہ ہی اپنے نفس کے حوالے سے کسی سے انتقام لیتے۔ جب غصہ آتا تو منہ ادھر ادھر پھیر لیتے یا اپنی کروٹ بدل لیتے۔ (۵۲)

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:

"رسول اللہ ﷺ نے کبھی اپنے ہاتھ سے کسی کو نہ مارا........ جب کسی سے اذیت پہنچتی تو اس سے انتقام نہ لیتے۔ لیکن اگر کوئی کسی حرام کام کا ارتکاب کرتا یا حرام کی ہوئی چیز کو استعمال کرتا تو آپ اس کی سزا ضرور دیتے" (۵۳)

حضور اکرم ﷺ کے طریق تبلیغ کے اصول آپؐ کے اس فرمان میں نظر آتے ہیں:

"جس شخص میں تین باتیں نہ ہوں اس کا کوئی عمل اس کے کام نہ آئے گا:

(i) وہ اپنے جذبات نفسانی کی باگ ڈھیلی نہ ہونے دے۔

(ii) اگر کوئی نادان اس پر حملہ آور ہو تو وہ تحمل سے کام لے اور خاموش رہے۔

(iii) لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے زندگی گزارے" (۵۴)

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

رسول اللہ ﷺ کا ایک انداز یہ تھا کہ جب کبھی کوئی خلاف شریعت کام دیکھتے، خاص طور پر ایسے شخص سے جس سے اس قسم کے کام کی توقع نہیں ہو سکتی تھی تو آپؐ فوراً حاضرین سے مخاطب ہوتے اور اس کے باوجود کہ جس سے غلطی سرزد ہوئی ہوتی وہ سامنے موجود ہوتا، آپؐ صیغہ غائب میں تکلم فرماتے اور انداز گفتگو یہ ہوتا کہ "کچھ لوگوں کا یہ طرز عمل ہے"

یہ انداز گفتگو کسی کو غلطی کا احساس دلانے کے لئے اور اپنی ناراضگی محسوس کروانے کے لئے نہایت موثر ہوتا ہے۔ (۵۵)

غیر مسلم حکمرانوں کو لکھے گئے خطوط کا اسلوب

حضور اکرم ﷺ نے مختلف علاقوں کے بادشاہوں کو جو خطوط لکھے ان کا انداز و اسلوب ایسا ہے کہ اس میں کسی کمزوری یا مرعوبیت کا شائبہ بھی دکھائی نہیں دیتا بلکہ الفاظ اور مضمون میں عزم و استقلال نظر آتا ہے۔ اس اسلوب سے واضح ہوتا ہے کہ لکھنے والے کو اپنے مشن سے کس قدر لگاؤ ہے اور اسے اپنے برحق ہونے کا کس قدر اعتماد ہے۔ اس اسلوب نے مخاطبین کو متاثر کیا۔ نپے تلے الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید اور اس کی حاکمیت کو تسلیم کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ ان بادشاہوں پر یہ بات واضح کی گئی ہے کہ قوم کی گمراہی یا ان کی ہدایت پر آجانے کا دارومدار ان پر ہے۔ اگر انہوں نے دعوت اسلام قبول نہ کی تو قوم کی گمراہی کا وبال بھی ان پر ہی پڑے گا۔ نبی کریم ﷺ نے نہایت جامعیت کے ساتھ اس بات کی وضاحت کی ہے کہ ان کی دعوت کسی ذاتی غرض یا اقتدار کے لئے نہیں بلکہ اس دعوت کا مقصد اللہ کے بندوں کو انسانی تسلط سے آزاد کرکے اللہ کے دیئے نظام کے تابع کرنا ہے اور اس میں انہی کا فائدہ ہے۔ ہرقل بادشاہ روم کو آپؐ نے لکھا۔

"انی ادعوك الی الاسلام فان اسلمت فلك ما للمسلمین و علیك ما علیهم" (۵٦)

"میں تجھے اسلام کی دعوت دیتا ہوں اگر تم نے اسلام قبول کرلیا تو تیرے حقوق و فرائض وہی ہوں گے جو اہل اسلام کے ہیں"۔

کسریٰ، بادشاہ ایران کو بھی اسی طرح کا خط لکھا:

"اسلم تسلم فان ابیت فعلیك اثم المجوس" (۵۷)

"اسلام قبول کرلے، سلامت رہے گا، اگر تم نے روگردانی کی تو پھر سارے مجوس کا وبال تجھ پر پڑے گا"

خوف طوالت سے ان خطوط کے متون پیش کرنا ناممکن ہے ورنہ ہر خط میں واضح کیا گیا کہ یہ دعوت اللہ کے دین کے تابع ہونے کی ہے نہ کہ شخصی اقتدار کی

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

آپ کی دعوت و تبلیغ کی حکمت عملی باقاعدہ منظم منصوبے کے تحت ہوتی۔ آپؐ نے ان رستوں پر آباد قبائل کو دین کی دعوت میں تاخیر نہیں کی جو مکہ مکرمہ اور شام کے درمیان پڑتے ہیں۔ اور ان رستوں سے گزر کر وہ شام کا وہ اہم سفر کیا کرتے تھے جس سفر پر اہل مکہ کے کم از کم آدھے سال کے گزران اوقات کا مدار تھا۔ اس سفر کا ذکر قران مجید میں فرمایا:

﴿لِإِيلَافِ قُرَيْشٍ إِيلَافِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ.....﴾

اس حکمت عملی سے کم از کم حضور اکرم ﷺ نے اہل مکہ کی معاشی ناکہ بندی کے لئے بالا دستی حاصل فرمالی اور اب اہل مکہ کی معاشی شہ رگ مسلمانوں کے ہاتھوں میں آگئی۔ آپؐ نے بحرین، یمن اور عمان کے حکمرانوں کو خطوط لکھے۔ یہ علاقے بہت زرخیز تھے۔ دولت اور سیاسی اعتبار سے بھی ان کی اہمیت تھی۔ انہی ریاستوں سے دیگر ریاستوں کو غلہ اور اسلحہ ملتا تھا۔ ان کے مسلمان ہونے سے پورے علاقے کے سیاسی افق پر گہرے مثبت اثرات مرتب ہوئے۔ (۵۸)

نبی کریم ﷺ کی منظم دعوتی پالیسی کے بارے میں ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں کہ:

"آپؐ نے حضرت معصب بن عمیرؓ کو مدینہ طیبہ تبلیغ کے لئے بھیجا جو نہایت مخلص اور نفسیات انسانی کے بڑے ماہر تھے۔ ان میں لوگوں کو اپنی بات پر آمادہ کرنے کی غیر معمولی صلاحیتیں تھیں، چنانچہ انہیں بہت شاندار کامیابیاں حاصل ہوئیں۔ (۵۹)

حضور اکرم ﷺ کی حکمت تبلیغ کے حوالے سے ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں:

"حضور نے بیعت عقبہ ثانی کے موقع پر بارہ مختلف آدمیوں کو جو بارہ مختلف قبائل کے نمائندہ تھے اپنی طرف سے ان قبیلوں کے نقیب یا سردار مقرر فرمایا اور ان میں سے ایک کو نقیب النقباء مقرر فرمایا۔ اس میں ہمیں ایک طرف تو ہمیں نظر آتا ہے کہ حضور ﷺ کی طبیعت مبارکہ میں تنظیم پسندی تھی اور آپؐ مسلمانوں کا ایک مرکزی نظام پیدا کرنا چاہتے تھے۔ دوسری طرف ان کو رسول اللہ ﷺ نامزد فرمارہے تھے جس کا معنی یہ ہے کہ وہ آپؐ کے ماتحت تھے اور جو کسی کو نامزد کرتا ہے، وہ اسے معزول بھی کر سکتا ہے"۔ (۶۰)

نبی کریم ﷺ نے تبلیغ دین کا فریضہ خود ذاتی طور پر سرانجام دیا اور اس میں رہتی دنیا تک کے لئے راہنما اصول دے دیئے جن کی حیثیت نہ صرف نظری اعتبار سے ہے بلکہ یہ ایک عملی نمونہ ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ دیگر صحابہ کرامؓ کو اس فریضے میں شامل کیا۔ مختلف لوگوں کو مختلف علاقوں میں تبلیغ دین کے لئے بھیجا۔ اس سلسلے میں صحابہ کا انتخاب بڑی احتیاط کے ساتھ فرماتے اور اس علاقے کے لوگوں کے مزاج اور صحابی کے علم اور اس کے ذاتی کردار اور عمل کی پختگی کے

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ساتھ ہر موقع و محل کی مناسبت سے طریق کار وضع کرنے کی استعداد کو بھی ملحوظ رکھا جاتا تھا، چنانچہ اس سلسلے میں جتنے لوگوں کو بھی اس کام پر مامور کیا گیا، ان کے نتائج بہت ہی زیادہ قابل رشک رہے۔

برائی کا جواب اچھائی سے دینا

حضور اکرم ﷺ کا اسلوب تبلیغ قرآن مجید کی دی ہوئی ہدایات کے عین مطابق تھا۔ قرآن مجید ہمیں یہ اصول دیتا ہے:

﴿ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَ بَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ﴾ (٦١)

"(سخت کلامی کا) ایسے طریق سے جواب دو جو نہایت احسن ہو۔ ایسا کرنے سے تم دیکھو گے کہ جس کے ساتھ تمہاری دشمنی تھی، گویا کہ وہ تمہارا گرم جوش دوست ہو گیا"

آپ ؐ نے ہمیشہ یہی طریق کار اختیار فرمایا کہ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں۔ بلکہ احسان کی صورت میں دیا جائے چنانچہ قرآن مجید میں اللہ کے بتائے ہوئے نتائج کا سامنے آنا ایک واضح حقیقت تھی۔ آپ ؐ کے اس طرز عمل نے دشمنوں کو بھی آپکا گرویدہ بنا دیا۔ یہ انداز اپنانے کا ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ فضا میں کھچاؤ پیدا نہیں ہوتا جو کہ دعوتی کام میں رکاوٹ کا باعث بنتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"اتق اللہ حیث ماکنت، و اتبع السیئة الحسنة تمحها و خالق الناس بخلق حسن" (٦٢)

"تم ہر حال میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ برائی کو نیکی سے مٹاؤ اور سب انسانوں سے حسن سلوک سے پیش آؤ"

ایک اور جگہ آپ کا ارشاد گرامی منقول ہے:

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ برائی سے برائی کو نہیں مٹاتا بلکہ برائی کو بھلائی سے ختم کرتا ہے۔ بلاشبہ نجاست کو نجاست سے مٹا کر پاکیزگی حاصل نہیں کی جاسکتی" (٦٤)

آپ کا ارشاد گرامی ہے:

"قال رسول اللہ ﷺ لا تکونوا إمعة تقولون ان احسن الناس احسانا، وان ظلموا ظلمنا ولکن وطنوا انفسکم ان احسن الناس ان تحسنوا وان اساءوا فلا تظلموا" (٦٥)

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

"تم اپنے عمل کو لوگوں کے عمل کے تابع نہ بناؤ اور یوں نہ کہو کہ اگر وہ ہم سے بھلائی کریں گے تو ہم بھی بھلائی کریں گے اور اگر وہ ظلم کریں گے تو ہم بھی ظلم کریں بلکہ اس طریق کار پر کاربند ہو جاؤ کہ لوگ اگر بھلائی کریں تو بھلائی کرو اور اگر وہ برائی کریں تو تب بھی تم بھلائی کرو"

مبلغ باطل سے سازگاری پیدا نہ کرے

حق اور باطل میں کشمکش ایک فطری امر ہے۔ اگر اہل حق اپنے مشن میں ثابت قدمی کا مظاہرہ کریں تو اللہ تعالیٰ نے اس بات کی خوشخبری دے دی ہے کہ غالب حق ہی آئے گا اور باطل مٹ جائے گا۔ لیکن یہ بات اس شرط کے ساتھ مشروط کردی گئی ہے:

(i) ﴿ إِنْ تَنْصُرُوا اللهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ﴾ (٦٦)

"اگر تم خدا کی دین کی نصرت کرو گے تو اللہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جمادے گا"

(ii) ﴿ وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴾ (٦٧)

"اور دیکھو کہ بد دل نہ ہونا اور نہ کسی طرح غم کرنا۔ اگر تم مومن (صادق) ہو تو غالب تم ہی رہوں گے"

یعنی تم اگر اللہ کے دین کے لئے قربانی دو گے اور ایمان کے تقاضوں کو پورا کرو گے تو پھر اللہ کی نصرت بھی شامل حال ہو جائے گی۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ خوشخبری سنائی کہ

﴿ وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ ﴾ (٦٨)

"اور ہمارا ہی لشکر غالب رہے گا"

﴿ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴾ (٦٩)

آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ ہی کا گروہ فلاح پانے والا ہے"

﴿ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ﴾ (٧٠)

"حق آگیا اور باطل نابود ہو گیا، بے شک باطل نابود ہی ہونے والا ہے"

نبی کریم ﷺ نے اسی طرز تبلیغ پر عمل کیا اور اللہ تعالیٰ نے جن نتائج کا وعدہ فرمایا تھا، وہ نتائج مرتب بھی ہوئے۔ حق و باطل کی کشمکش میں نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے ہمیں یہ اصول بھی ملتا ہے کہ حق، باطل کے ساتھ سازی گاری اور "کچھ لو، کچھ دو" کا معاملہ نہ کرے۔ قرآن مجید نے باطل کے ساتھ سازی گاری سے بہت شدید الفاظ کے ساتھ منع کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حق والے اگر اہل باطل کے ساتھ سودے بازی کرسکتے ہیں تو اس کا صاف مطلب ہے کہ وہ باطل

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

سے مل کر رہنے کو تیار ہیں جبکہ حق، حق ہے اور باطل اس کے بالکل برعکس۔ ان دونوں گروہوں کا شیر و شکر ہو کر ایک جگہ بیٹھنا اسی طرح غیر فطری ہے جس طرح آگ اور پانی کا یکجا ہونا۔ اس طرح حق اور باطل میں سازگاری غیر فطری ہے۔

اسی طرح جب حق والے باطل کے ساتھ مل بیٹھنے کو تیار ہو جائیں تو اس کا مطلب ہے کہ وہ حق کے لئے قربانی دینے سے گریزاں ہیں اور باطل والے حق والوں کی اس کمزوری کو فوراً بھانپ لیتے ہیں کہ حق پر ضرب لگانے کا یہ بہترین موقع ہے کہ حق والے باطل سے صلح کرنے کے بعد گوشہ عافیت میں بیٹھے ہوتے ہیں چنانچہ باطل اس پر کاری ضرب لگانے میں دیر نہیں کرتا۔ حق والوں کا باطل کے ساتھ مل بیٹھنا درحقیقت حق اور باطل کو ملا جلا کر ایک ملغوبہ تیار کرنا ہوتا ہے اس صورت میں حق کی اثر پذیری متاثر ہوتی ہے جو ایک بڑا جرم ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ایسی روش کی سختی سے ممانعت کر دی گئی ہے۔ [۷۱] اس سلسلے میں ہمیں نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے بہت سی مثالیں ملتی ہیں کہ اہل باطل نے کئی مواقع پر آپؐ سے سودے بازی کی جسارت کی لیکن انہیں ہر مرتبہ منہ کی کھانی پڑی۔ کفار مکہ نے سرتوڑ کوششیں کیں کہ "آپ ہمارے خداؤں کو برا نہ کہیں، ہم آپ کے خدا کو برا نہیں کہتے" [۷۲]

کبھی باطل نبی کی جانب سے پیش کش آئی کہ آپ ایک علاقے کے نبی بن جائیں اور مجھے دوسرا علاقہ دے دیں۔ [۷۳]

کبھی بہترین خاندان میں شادی، مکہ کی سرداری اور مال و دولت کے ڈھیروں کی پیش کش کی گئی۔ کبھی آپ کے چچا، ابو طالب کو درمیان لا کر سفارش کی گئی کہ آپ باطل سے سازی گاری پیدا کرلیں۔ لیکن زبان نبوی سے جو جواب انہیں ملا وہ اولوالعزمی کی سنہری مثال ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

> "یہ لوگ اگر میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے پر چاند رکھ دیں تو بھی میں اپنا مشن نہ چھوڑوں گا" [۷۴]

تحمل و بردباری

کفار کی ان کوششوں کے سامنے حضور اکرم ﷺ کا جو اسوہ ہمارے سامنے آتا ہے: وہ یہ ہے کہ ان کی نہایت جارحانہ پالیسی کے مقابلے میں اشتعال کا مظاہرہ نہیں فرمایا بلکہ نہایت تحمل سے انہیں قرآن مجید سنایا۔ اس سے ایک مبلغ کے لئے بھی یہ اصول واضح ہوتا ہے کہ:

> "باطل سے دبنے، اس کی پیدا کردہ بے مقصد اشتعال انگیزیوں، پروپیگنڈہ الزامات، اعتراضات اور اوچھے ہتھکنڈوں کی بحث میں پڑ کر اپنا وقت اور اپنی صلاحیتیں ضائع کرنے کی بجائے ان کے سامنے اپنا منشور یعنی قرآن کا پیغام پیش کیا جائے۔ گویا

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

کسی بھی صورت میں اپنے منشور اور نصب العین کو نگاہ سے دور نہ ہونے دیں"

تبلیغی ذمہ داریاں

اسی بات کو سورۃ الاحزاب کے آغاز میں یوں بیان کیا ہے۔

﴿ یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ .... وَاتَّبِعْ مَا یُوْحٰی اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ﴾ (۷۵)

"اے نبیؐ اللہ سے ڈریئے اور کافروں کی بات نہ مانیئے، اسی کی پیروی کیجئے جو آپ کی جانب وحی کی گئی ہے"

نبی کریم ﷺ پورے درد دل کے ساتھ کفار کے سامنے پیغام حق پیش کرتے لیکن دوسری جانب سے ہمیشہ سرکشی، استہزاء، انکار اور بے مقصد بہانے سازیوں اور کٹ حجتیوں کا اظہار کیا جاتا۔ اس صورت حال میں حضور اکرم ﷺ کے قلب مبارک میں ایک مخصوص کیفیت پیدا ہوتی۔ اس کیفیت کے بارے میں قرآن مجید میں یوں ذکر کیا گیا:

﴿ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ یَضِیْقُ صَدْرُكَ بِمَا یَقُوْلُوْنَ ﴾ (۷۶)

"ہمیں معلوم ہے کہ ان کی باتوں سے آپ کا دل تنگ ہو جاتا ہے"

اسی بات کو سورۂ کہف میں یوں بیان کیا گیا:

﴿ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰی اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا ﴾ (۷۷)

"اے پیغمبر ﷺ اگر یہ لوگ اس کلام پر ایمان نہ لائیں تو شاید آپ ان کا غم کرتے ہوئے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیں گے؟"

آپؐ کی یہ کیفیت کسی دنیوی خواہش کی عدم تکمیل یا حصول اقتدار میں کامیابی حاصل نہ ہو سکنے کی بنا پر نہ تھی بلکہ اس کے پیچھے بھی انسانوں کی خیر خواہی کا جذبہ کار فرما تھا کہ یہ لوگ جہنم کی طرف بھاگے جارہے ہیں۔ دوسرے یہ آپ کے اپنے نصب العین اور مشن سے وابستگی کی واضح دلیل ہے کہ نصب العین سچائی پر مبنی ہو تو پھر داعی کے اعصاب پر ہر لمحہ اس نصب العین کا فروغ سوار رہے گا اور اس کی راہ میں رکاوٹیں داعی کو پریشان کرتی ہیں۔

ایسی صورت حال میں حضور اکرم ﷺ کی وساطت سے یہ اصولی راہنمائی دی گئی ہے (اس کی عملی شکل نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ میں دکھائی دیتی ہے) کہ داعی پریشان نہ ہو، حق و باطل کی کشمکش میں یہ مرحلہ اور یہ کیفیات آتی ہی رہتی ہیں اور باطل والے استہزاء اور انکار کی راہ اختیار کرلیتے ہیں۔ داعی کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے نصب العین کے حصول کے لئے یکسوئی سے چلتا رہے اس

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

کیفیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو یہ ہدایات ارشاد فرمائیں۔

﴿ وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ، فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السَّاجِدِينَ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ ﴾ (۷۸)

"بے شک ہم جانتے ہیں کہ ان کی باتوں کی وجہ سے آپ دل تنگ ہو جاتے ہیں۔ پس (ان حالات میں) آپ اللہ کی تسبیح بیان کریں اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جائیں اور موت کے آنے تک اپنے رب کی عبادت کریں"

صبر کی تلقین

﴿ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ، إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوا وَّالَّذِينَ هُم مُّحْسِنُونَ ﴾ (۷۹)

"اے پیغمبر آپ صبر کیجئے اور آپ اللہ کی مدد سے ہی صبر کر سکتے ہیں۔ ان کا غم مت کیجئے اور نہ ہی ان کے مکر و فریب سے آپ دل تنگ نہ ہوں۔ بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور ان لوگوں کے ساتھ ہے جو احسان کرتے ہیں"

﴿ فاصدع بما تومر واعرض عن المشركين ﴾ (۸۰)

"جو کچھ آپ کو حکم دیا گیا ہے، اس کو کھول کر سنا دیں اور مشرکین کی باتوں کی پرواہ نہ کیجئے"

﴿ خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ﴾ (۸۱)

"اے پیغمبر ﷺ درگزر کو اپنا طریق بنالیں۔ اچھی بات کا حکم دیں اور جاہلوں سے الگ ہو جائیں"

اس موضوع کی اور بھی کئی ایک آیات کا حوالہ دیا جا سکتا ہے جن میں دشمنوں کی سازشوں کے مقابلے میں طرز عمل کے بارے میں ہدایات دی گئی ہیں۔

کج بحثی سے گریز

رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک سے کئی ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ کفار مسلمانوں کے ساتھ خواہ مخواہ الجھاؤ پیدا کرنے کی کوشش کرتے۔ اس سے فضا بحث و تمحیص اور مجادلہ کی شکل اختیار کر جاتی اور یہی کفار کا مقصد بھی تھا کہ مسلمانوں کو ان کے دعوتی کام سے ہٹا کر اعتراضات اور پروپیگنڈہ کے جوابات میں الجھا دیا جائے۔ ایسی فضا میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ:

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

﴿ وَقُل لِّعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنزَغُ بَيْنَهُمْ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلْإِنسَانِ عَدُوًّا مُّبِينًا ﴾ (۸۲)

"اے پیغمبر ﷺ میرے بندوں سے فرما دیجئے کہ (جب کافروں سے بحث کریں) تو وہ بات کہیں جو اچھی ہے کیونکہ شیطان (سخت کلامی کروا کے) لوگوں کو لڑاتا ہے۔ بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے"

گذشتہ سطور میں ہم نے حق کے مقابلے باطل کے طرز عمل کے حوالے سے حضور اکرم ﷺ کو جو انداز اپنانے کا حکم دیا گیا تھا، ان کا ذکر کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

ان کے غلط طرز عمل کی وجہ سے آپؐ اپنے آپ کو ہلاکت میں کیوں ڈالتے ہیں۔ ان کی اس قدر فکر نہ کیجئے۔ ان کی ایذا رسانیوں پر صبر کیجئے۔ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کریں اور اس کے آگے سجدہ ریز ہوں گویا اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق استوار رکھیں، اس سے مدد مانگیں۔ اس سے داعی کی روحانی بالیدگی ہوگی اور اللہ تعالیٰ بھی اس پر رحمتیں نازل کرے گا اور مدد کرے گا۔

اپنا مشن یکسوئی سے جاری رکھیں۔ نہ اسے پس پشت ڈالیں نہ اس سے روگردانی کریں۔

لوگوں کی باتوں کی زیادہ پرواہ نہ کریں۔

لوگوں کے ساتھ ان کے درشت رویہ کے باوجود عفوو درگزر کی پالیسی اپنائیں، بحث و تمحیص سے اجتناب کریں۔

تبلیغی حکمتِ عملی

نبی کریم ﷺ کی پوری دعوتی حکمت عملی قرآن کی اس آیت مبارکہ کی عملی صورت تھی۔

﴿ ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ﴾ (۸۳)

"بلائیں اپنے رب کی راہ کی جانب حکمت، عمدہ نصیحت اور (اگر ضرورت پیش آئے تو) احسن طریق سے بحث کے ساتھ"

اس آیتِ کریمہ کے ساتھ سورۃ العنکبوت کی یہ آیت بھی آپؐ کے طرز عمل کا حصہ تھی:

﴿ وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ﴾ (۸۹)

"اور اہل کتاب کے ساتھ جھگڑا نہ کرو مگر اچھے طریقے کے ساتھ"

یہ اس لئے بھی ہے کہ اہل کتاب بھی اپنا تعلق انبیاء سے جوڑتے ہیں اور اسلام میں بھی انبیائے سابقین کی عزت و احترام جزو ایمان ہے۔ ان سے بحث کرتے ہوئے کہیں ان انبیاء کے بارے میں کوئی نامناسب بات زبان سے نہ نکل جائے۔ نیز یہ کہ ان کی کتابوں کے بارے میں یہی

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

حکم ہے کہ "نہ ان کی تصدیق کرو نہ تکذیب" لہٰذا ان کا مسئلہ نہایت نازک ہے۔ اس لئے تمام تر احتیاط کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان سے بحث کرو۔ اگر وہ نہایت نامناسب رویہ اپناتے ہوئے ہٹ دھری پر اتر جائیں تو تب بھی تم احتیاط سے کام لو۔ سختی کرسکتے ہو لیکن آداب کا لحاظ رکھتے ہوئے۔

دعوت دین کے حوالے سے حضور اکرم ﷺ کی حکمت عملی کا ایک پہلو یہ ہے کہ آپؐ نے مجرد تبلیغ کا انداز نہیں اپنایا کہ جس کا تعلق باقی انسانی معاشرے سے بالکل ہی نہ ہو۔ بلکہ آپ مبلغ بھی تھے اور لوگوں کے دنیوی امور میں راہنما بھی۔ آپؐ لوگوں کی فلاح و بہبود کے لئے سوچتے بھی تھے اور عملی طور پر فلاحی امور میں حصہ بھی لیتے۔ آپؐ ان لوگوں کے دکھ درد میں ان کے برابر کے شریک ہوتے۔ کسی کی معاشرتی ضرورت ہوتی تو اس کی تکمیل کی فکر بھی آپ کو دامن گیر ہوتی اور اس کے لئے جس طرح بھی ہوتا، اہتمام فرماتے۔ اگر کوئی بیمار ہوتا تو اس کی عیادت کو تشریف لے جاتے۔ جنازوں میں شرکت فرماتے، لوگوں کے معاشرتی مسائل میں انہیں مشورے دیتے۔ اقتصادی مسائل میں لوگ آپؐ سے راہنمائی لیتے۔ اس طرح اس طریق تبلیغ میں پوری انسانی زندگی کا احاطہ کر دیا گیا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپؐ اپنی بھی ایک بھرپور زندگی گزار رہے تھے۔

قول و فعل میں یگانگت

آپؐ کی تبلیغ کا ایک نمایاں پہلو یہ بھی ہے کہ آپؐ کے ہاں قول و فعل میں مکمل مطابقت دکھائی دیتی ہے۔ ایک مبلغ کی راہ میں ایک بھاری پتھر یہی ہوتا ہے کہ اس کے قول و فعل کے تضاد کو لوگ ابھار کر اس کی زبان بند کر دیتے ہیں اور وہ لاجواب ہو جاتا ہے، اس کے مقابلے میں حضور ﷺ کی دعوت کی بنیاد ہی قول و فعل کی مطابقت پر تھی۔ آپؐ نے اپنے پہلے ہی خطاب میں اپنی زندگی ان کے سامنے رکھی تھی کہ تم نے مجھے سچا پایا یا اس کے برعکس؟ سب کا جواب ایک ہی تھا کہ آپ ہم میں سب سے زیادہ صادق اور امین ہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ اگر میں تمہیں کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے سے تم پر ایک لشکر حملہ آور ہوا چاہتا ہے تو کیا تم مان جاؤ گے؟

سب نے یہی جواب دیا کہ آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ چنانچہ اسی کی بنیاد پر دعوت توحید پیش کی۔ اسی کو قرآن مجید نے یوں بیان کیا ہے۔

﴿ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴾ (۵۸)

"میں نے اپنی پہلی زندگی تمہارے میں گزاری کیا تمہیں عقل نہیں ہے؟"

یعنی تم یہ اندازہ نہیں کرسکتے کہ اگر میں اس سے قبل غلط بیانی کرنے والا نہیں تھا تو اب میں کس طرح ایک کتاب گھڑ کر اسے اللہ کی طرف منسوب کرسکتا ہوں؟

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

عصرِ حاضر اور تبلیغِ دین

دور حاضر میں تبلیغ دین اتنا ہی اہم فریضہ ہے جتنا کسی پہلے دور میں تھا۔ کیونکہ اسلام ایک دائمی دین ہے اور اسے قیامت تک ذریعہ راہنمائی بننا ہے۔ کتاب و سنت میں اس سلسلے میں اس قدر تاکیدی احکام موجود ہیں کہ فریضہ دین کی اشاعت و تبلیغ کی ذمہ داری سے کوئی شخص بری نہیں ہو سکتا۔ یہ افراد کی ذمہ داری بھی ہے [۸۶] اور اسلامی حکومتوں کا فرض بھی کہ وہ اشاعت دین کا اہتمام کریں۔ [۸۷]

دین اسلام انسان کی فطری ضرورت ہے کوئی شخص لاعلمی، کم علمی، تعصب یا کسی اور سبب سے دین اسلام سے راہنمائی حاصل نہ کر رہا ہو تو الگ بات ہے لیکن اگر ایک انسان سلامت طبع کے ساتھ اپنے مسائل اور اسلام میں دیئے گئے اس مسئلے کے حل میں، دونوں کو ساتھ ساتھ رکھ کر غور کرے تو اسے معلوم ہو گا کہ اس کے مسئلے کا حقیقی حل اسلام ہی نے دیا ہے۔ اس طرح اسلام، انسان کی ایک فطری ضرورت ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی بھی ہے کہ:

"میرے بعد کوئی نبی نہیں، تمہارے بعد کوئی امت نہیں اور اسلام کے بعد کوئی دین نہیں"۔

اللہ تعالیٰ کا بھی یہ اعلان ہے کہ:

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾ [۸۸]

"آج کے دن ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور تمہارے لئے اسلام کو دین کے طور پر پسند کیا"

ان تمام دلائل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تبلیغ دین کی اشاعت و فروغ ایک لازمی ضرورت ہے۔ (اس سلسلے میں مقالے کے آغاز میں کچھ احادیث کا ذکر کیا گیا ہے) اس کے علاوہ احادیث میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ابواب سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس فرض کی ادائیگی کا اہتمام ضروری امر ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ہم اس سلسلے میں عصری ضروریات و رجحانات کے تناظر میں کیا اہتمام کرتے ہیں۔

عصر حاضر میں تبلیغ دین کے امکانات کے حوالے سے سب سے بنیادی بات یہ ہے کہ:

"صرف امر بالمعروف کی تشہیر سے مقصد پورا نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کے ساتھ نہی عن المنکر موجود نہ ہو"

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

یہ اسی طرح ہے کہ کسی جگہ کو پاک کرنے کے لئے ضروری ہے کہ وہاں سے گندگی اور غلاظت ہٹائی جائے۔ یہ بات خلاف منطق ہے کہ ایک جگہ غلاظت بھی پڑی رہے اور ہم کہیں کہ وہ جگہ پاک بھی ہو جائے۔ قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی امر بالمعروف کا ذکر آیا ہے وہاں نہی عن المنکر بھی ساتھ موجود ہے۔

یہ بات ہمارے مشاہدے میں ہے کہ نہی عن المنکر اور فواحش کے انسداد کے بغیر امر بالمعروف محض وعظ و نصیحت کی حیثیت ہی سے باقی رہ جاتا ہے۔

اس سلسلے میں حکومت کی جانب سے اس بات کا اہتمام ضروری ہے کہ وہ امر بالمعروف کے ساتھ ساتھ منکرات و فواحش کے انسداد کے لئے باقاعدہ ملکی سطح پر قانون سازی کرے اور ملکی مشینری جس طرح دیگر قوانین پر عمل کرواتی ہے اسی طرح منکرات کے کم سے کم ارتکاب کو یقینی بنائے۔

اس سلسلے میں ہونے والی مساعی خاص طور پر حکومتی سطح سے کی جانے والی کوششیں بے اثر ہیں۔ نہ تو ان کوششوں کے پیچھے کوئی مقصد ہے نہ منصوبہ بندی اور طریق کار کا تعین۔ ان کوششوں میں خلوص کا بھی فقدان ہوتا ہے۔

سرکاری ذرائع ابلاغ کے ذریعے سے کی جانے والی کوششوں میں ریڈیو کے دینی پروگرام، ٹیلی ویژن کے دینی پروگرام، اخبارات و جرائد کے دینی مضامین اور وقتاً فوقتاً دینی مقاصد کے لئے منعقد ہونے والے دیگر تقریری پروگرام شامل ہیں۔ اگر ناقدانہ نگاہ سے ان پروگراموں کا جائزہ لیں تو یہ بات بلا خوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ یہ پروگرام بڑی حد تک روایتی شکل اختیار کر گئے ہیں شاید پانچ سے دس فیصد تک بھی یہ پروگرام سننے والے لوگ موجود نہ ہوں۔ بہت کم مقررین جذبہ عمل کے ساتھ ان پروگراموں میں شرکت کرتے ہوں۔ اس لئے ان پروگراموں کو مزید مفید اور دلچسپ اور دینی اعتبار سے معلومات افزا بنانا ضروری ہے۔ خالص نیکی کے حکم اور برائی کی ممانعت کے مقصد کے تحت پروگرام پیش کرنے ضروری ہیں۔

خاص طور پر اخبارات کے دینی صفحات بالکل سطحی نوعیت کے ہوتے ہیں اگر ان میں دین کی جاندار انداز سے تصویر پیش کی جائے تو مفید چیز اپنے آپ دوسروں کو اپنی جانب متوجہ کر لیتی ہے۔ تبلیغ دین کے جدید اسلوب اور تقاضوں کے بارے میں ابھی تک بہت کم آگاہی حاصل ہے اور ان تقاضوں کو پس پشت ڈالتے ہوئے سارا تبلیغی کام سرانجام دیا جارہا ہے۔ آج کا دور ایک مخصوص انداز فکر کا دور ہے۔ اس انداز فکر کی مناسبت اور تقاضوں کے مطابق اصول تبلیغ وضع کرنے ضروری ہیں تاکہ نقلی کے ساتھ ساتھ عقلی اعتبار سے بھی اسلام کی افادیت لوگوں کے ذہنوں میں

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

جاگزیں کی جائے۔

آج کا ذہن یہ جاننا چاہتا ہے کہ اسلام ہمارے معاشرتی، سیاسی، فکری اور معاشی مسائل کا حل کس طرح پیش کرتا ہے؟ اگر ہم اس سلسلے میں اسلام کی تشریح و توضیح کھلی آنکھوں کے ساتھ پیش کر دیں تو جہاں تبلیغ دین میں بہت سی رکاوٹیں کھڑی ہیں، وہاں ایسا کرنے کی صورت میں ہمارا کام آسان بھی ہو جاتا ہے۔

جدید ذہن میں یہ بات ڈال دی گئی ہے کہ اسلام یا مذہب اور ترقی ایک دوسرے سے متصادم ہیں۔ حالانکہ یہ بات عیسائیت کے بارے میں کہی جا سکتی ہے۔ اسلام کے بارے میں ایسا نظریہ رکھنا خلاف حقیقت ہے۔ لہٰذا ابلاغ دین کے تقاضوں میں سے ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ اسے ایک ایسے دین کے طور پر متعارف کروایا جائے کہ سائنس، ٹیکنالوجی اور ترقی اس کا لازمی جزو نظر آئیں۔ لیکن اس سلسلے میں مربوط اور موثر جدوجہد کی ضرورت ہے۔

سرکاری سطح سے اس سلسلے میں جو پروگرام پیش ہو رہے ہیں ان میں باہم ربط اور منصوبہ بندی اور مقصد کے تعین کی ضرورت ہے۔ محض کاروائی کے طور پر کی گئی کوششوں کے ثمرات مرتب نہیں ہوتے۔

مساجد وغیرہ سے جو کہ تبلیغ و اشاعت دین کا سب سے بڑا مرکز ہیں، اس سلسلے میں جو کام ہو رہا ہے اس کی افادیت کا از سر نو جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ یہ پہلو افسوسناک ہے کہ اگرچہ وہاں کام ہو رہا ہے لیکن مسجد کا نظام بھی چند مخصوص موضوعات میں محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ بقول پروفیسر عبدالحمید صدیقی: مقررین ایک محدود وقت میں لوگوں کے جذبات کو اس قدر تحریک دے دیتے ہیں کہ وہ تقریر کے دوران واہ واہ اور زندہ باد تو کرتے ہیں اور مقرر کو داد بھی دیتے ہیں لیکن جونہی یہ تقریر ختم ہوتی ہے، ان کی یہ مذہبی جذباتیت بھی ختم ہو جاتی ہے اور جب وہ مسجد سے باہر جاتے ہیں تو ان پر اس ساری تقریر کا کوئی بھی اثر باقی نہیں ہوتا۔ کیونکہ مقرر نے تو اس کے محض جذبات کو ابھارا ہوتا ہے۔ اس کے قلب و دماغ میں پیغام دین اور دین کا حقیقی مقصد ذہن نشین نہیں کروایا تھا۔ اس لئے یہ ساری تبلیغ بے اثر ہو گئی۔

عصر حاضر میں تبلیغ کے درست اثرات مرتب نہ ہونے کا ایک بنیادی سبب یہ ہے کہ ہم نے تبلیغ اسلام، فلاح عامہ اور انسانی زندگی کے دیگر مادی پہلوؤں کو ایک دوسرے سے جدا کر رکھا ہے۔ ان دونوں کے تعلق کو جوڑ کر ہی تبلیغ موثر بنائی جا سکتی ہے۔ عیسائی مبلغین کو یہی فوقیت حاصل ہے کہ وہ اپنی تبلیغ اپنے فلاحی اداروں کے ذریعے کر رہے ہیں۔ ایک شخص بیمار ہو، اسے دوائی کی ضرورت ہو۔ ایک بھوکا ہو، اسے کھانے کو چاہیے ایک شخص پریشان حال ہو، اسے اس کی پریشانی

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

سے نکالنے کی ضرورت ہو۔ اگر ہم اسے تبلیغ کریں گے تو ہمارا یہ طریقہ موثر نہیں ہوگا بلکہ ہمیں چاہئے کہ ان کے عین مشکل وقت میں اس کی مدد کرکے اس کے جذبات کو جیتنے کی کوشش کریں۔ یہ کام عیسائی اور دیگر لوگ کر رہے ہیں جبکہ اس کے بالمقابل مسلمانوں کا طریق دعوت ان تمام فلاحی کاموں سے کٹا ہوا ہے۔

ہمارے ہاں ایک طبقہ کے نقطہ نگاہ میں افراد سازی کے لئے "سیاست" سے بالکل قطع تعلق ہونا ہی تبلیغ ہے اور دوسری جانب تبلیغ پر سیاست غالب ہے ان دونوں میں اعتدال کی راہ ہی حقیقی دعوتی انداز ہوگا۔

حوالہ جات

۱۔ الاحزاب: ۲۲ —— ۲۔ المائدہ: ۶۷ —— ۳۔ آل عمران: ۱۶۴ —— ۴۔ المدثر: ۲،۳ —— ۵۔ الشعراء: ۲۱۴ —— ۶۔ النحل: ۱۲۵ —— ۷۔ عثمانی شبیر احمد، مولانا، فوائد القرآن، مجمع الملک فہد للطباعہ۔ المصحف الشریف، مدینہ منورہ عرب ص صفحہ ۳۷۲ —— ۸۔ مودودی، مولانا، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۱۹۸۳ء جلد دوم صفحہ ۵۸۰ —— ۹۔ عثمانی، شبیر احمد، مولانا، فوائد القرآن،، صفحہ ۳۷۲ —— ۱۰۔ مودودی، مولانا، تفہیم القرآن، جلد دوم، صفحہ ۵۸۰ —— ۱۱۔ ایضاً، جلد دوم، صفحہ ۵۸۱ —— ۱۲۔ مسلم، امام، الجامع الصحیح، جلد اول، صفحہ ۱۲ باب العلم —— ۱۳۔ بحوالہ ظہور احمد اظہر، ڈاکٹر، فصاحت نبوی، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور صفحہ ۱۷۳ —— ۱۴۔ ایضاً، صفہ ۸۲ —— ۱۵۔ جاحظ، البیان والتبیین، جلد اول، صفحہ ۹۴ —— ۱۶۔ عیاض، قاضی، الشفاء، جلد اول، صفحہ ۱۷۸ —— ۱۷۔ غزالی، امام، احیاء علوم الدین، جلد دوم، صفحہ ۲۷۴ —— ۱۸۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، امام شمائل ترمذی، صفحہ ۲۰۹ —— ۱۹۔ ایضاً صفحہ ۲۱۰ —— ۲۰۔ ایضاً صفحہ ۲۱۱ —— ۲۱۔ ترمذی، شمائل ترمذی، صفحہ ۲۰۹ —— ۲۲۔ جاحظ، البیان والتبیین، جلد چہارم، صفحہ ۳۳ —— ۲۳۔ بحوالہ ظہور احمد اظہر، ڈاکٹر، فصاحت نبوی، صفحہ ۲۴۱ —— ۲۴۔ ص: ۸۶ —— ۲۵۔ بحوالہ ظہور احمد اظہر، ڈاکٹر، فصاحت نبوی، صفحہ ۲۴۱ —— ۲۶۔ ایضاً، صفحہ ۲۸۲ —— ۲۷۔ ابن ماجہ، امام، سنن ابن ماجہ، جلد دوم، صفحہ ۲۴۷ —— ۲۸۔ بحوالہ ظہور احمد اظہر، ڈاکٹر، فصاحت نبوی، صفحہ ۲۳۷ —— ۲۹۔ ترمذی، سنن الترمذی، حدیث نمبر ۲۴۱۸ —— ۳۰۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، امام، سنن الترمذی، دار الفکر، بیروت، جلد سوم صفحہ ۲۰۸ باب (فی حقوق الوالدین) —— ۳۱۔ موسوعہ اطراف الحدیث النبوی الشریف، الجزء التاسع، صفحہ ۳۶۷ تا ۳۸۹ پر (ان الفاظ پر مشتمل احادیث موجود ہیں) —— ۳۲۔ ایضاً، الجزء العاشر، صفحہ ۳۶۰ تا ۳۶۷ (گویا احادیث کی

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

کثیر تعداد میں یہ الفاظ موجود ہیں) ــــ ۳۳۔ ابوداؤد، امام، سنن ابی داؤد، کتاب الادب، جلد دوم، صفحہ ۲۰۱ ــــ ۳۴۔ بخاری، امام، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب علامات المنافق ــــ ۳۵۔ آل عمران : ۶۴ ــــ ۳۶۔ بخاری، امام، الجامع الصحیح، جلد اول، صفحہ ۵ ــــ ۳۷۔ بحوالہ ظہور احمد اظہر، ڈاکٹر، فصاحت نبوی، صفحہ ۳۱۶ ــــ ۳۸۔ ایضاً، صفحہ ۳۲۰ ــــ ۳۹۔ ترمذی، شمائل ترمذی، صفحہ ۲۱۰ ــــ ۳۹۔ا بخاری، محمد بن اسماعیل، امام، الجامع الصحیح، باب فضل من یعول یتیما ــــ ۴۰۔ باقلانی، اعجاز القرآن، صفحہ ۱۱۳ ــــ ۴۱۔ ایضاً ــــ ۴۲۔ ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، جلد دوم، صفحہ ۲۷ ــــ ۴۳۔ ایضاً ــــ ۴۴۔ خطیب تبریزی، مشکوۃ المصابیح، دمشق جلد اول، صفحہ ۲۷ کتاب العلم ــــ ۴۵۔ جاحظ، البیان والتبیین، جلد اول، صفحہ ۳۰۳ ــــ ۴۶۔ النساء : ۱۵۹ ــــ ۴۷۔ التوبہ : ۱۲۸ ــــ ۴۸۔ ترمذی، شمائل ترمذی، صفحہ ۳۶۱ ــــ ۴۹۔ بحوالہ حمید اللہ، ڈاکٹر، خطبات بہاولپور، صفحہ ۴۱۱ ــــ ۵۰۔ النحل : ۱۲۶ ــــ ۵۱۔ بحوالہ حمید اللہ، ڈاکٹر، خطبات بہاول پور، صفحہ ۴۱۲ ــــ ۵۲۔ ترمذی، امام، شمائل ترمذی، صفحہ ۳۶۵،۲۱۱ ــــ ۵۳۔ ترمذی، امام، شمائل ترمذی، صفحہ ۳۶۵،۲۱۱ ــــ ۵۴۔ ایضاً ــــ ۵۵۔ ترمذی، امام، سنن الترمذی، (کتاب الزکاۃ) ــــ ۵۶۔ بخاری، امام، الجامع الصحیح، جلد اول، صفحہ ۵ ــــ ۵۷۔ باقلانی، علامہ، اعجاز القرآن، صفحہ ۱۱۳ ــــ ۵۸۔ خالد علوی، ڈاکٹر، انسان کامل، ــــ ۵۹۔ حمید اللہ، ڈاکٹر، خطبات بہاولپور، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ۱۹۹۲ء صفحہ ۴۱۰ ــــ ۶۰۔ ایضاً، صفحہ ۴۱۰ ــــ ۶۱۔ حم السجدۃ : ۳۴ ــــ ۶۲۔ ترمذی، ابی عیسیٰ محمد عیسیٰ، سنن ترمذی، دارالفکر، بیروت، جلد سوم، صفحہ ۲۳۹ (باب ماجاء فی معاشرۃ الناس) ــــ ۶۴۔ احمد بن حنبل، مسند ــــ ۶۵۔ ترمذی، ابی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، سنن ترمذی، دارالفکر، بیروت، جلد سوم، صفحہ ۲۴۶، (باب ماجاء فی الاحسان والعفو) ــــ ۶۶۔ محمد : ۷ ــــ ۶۷۔ آل عمران : ۱۳۹ ــــ ۶۸۔ الصفت : ۱۷۳ ــــ ۶۹۔ الجا... ۲۲ ــــ ۷۰۔ بنی اسرائیل : ۸۱ ــــ ۷۱۔ بنی اسرائیل : ۷۳ تا ۷۶ : حق غالب آتا ہی اس وقت ہے جب حق اور باطل کی آپس میں کشمکش ہو، اس کشمکش میں اللہ تعالیٰ مومنوں کا امتحان لیتے ہیں کہ وہ اس حق کو سب چیزوں پر ترجیح دیتے ہیں تو پھر وہ اس کے لئے ہر طرح کی قربانی بھی دیں گے اور جو جھوٹے دعوے کرنے والے ہیں وہ بھی کھل کر سامنے آجائیں۔ جو قربانیاں دیتے ہیں جن کے درجات بھی بلند کردیئے جاتے ہیں اور حق بھی غالب آجاتا ہے۔ لیکن اگر حق والے خود تن آسانی پر اتر آئیں اور گوشہ عافیت میں بیٹھ جائیں تو اللہ بھی مدد نہیں فرماتے۔ ــــ ۷۲۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، جلد دوم، صفحہ ۳۵ : حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے بعد کفار نے ابوالولید عتبہ بن ربیعہ کو مذاکرات کے لئے حضور ﷺ کے

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

پاس بھیجا اس نے آکر کہا! اے محمدؐ آپ کی شرافت نسبی اور مرتبہ میں کسی کو کلام نہیں لیکن آپؐ نے ایک امر عظیم پیش کیا ہے جس سے قوم میں تفریق پیدا ہو گئی ہے آپ ہمارے بتوں کو برا کہتے ہیں۔ ہمارے آباؤ اجداد کو احمق اور نادان بتاتے ہیں میں اس بارے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں...... ان باتوں میں سے کوئی بات اگر آپ نے قبول کرلی تو فساد رک جائے گا۔ پھر اس نے سرداری، شادی، علاج معالجے کی پیش کش کی۔ اس پر حضور ﷺ نے جواب دیا: "مجھے نہ تو تمہارے مال و دولت کی ضرورت ہے اور نہ تمہاری بادشاہت و سرداری کی اور نہ میرے دماغ میں خلل ہے۔ مجھے اللہ نے تمہارے طرف رسول بنا کر بھیجا ہے اور ایک کتاب مجھ پر اتاری ہے مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں برائی سے ڈراؤں اور بھلائی کی نصیحت کروں۔ میرا کام اللہ کا پیغام پہنچا دینا ہے۔ اگر تم اسے قبول کرو گے تو یہ تمہارے لئے دنیا و آخرت کی فلاح کا ذریعہ ہے اور اگر انکار کرو گے تو میں صبر کروں گا اور اللہ کے حکم کا انتظار کروں گا۔ اس کے بعد آپؐ نے سورۃ، حم السجدہ کی ابتدائی آیات تلاوت فرمائیں۔ —— ۷۳۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، جلد دوم، صفحہ ۲۸۸ —— ۷۴۔ ایک دفعہ قریش نے آپؐ کے چچا ابو طالب سے کہا کہ تمہارا بھتیجا ہمارے معبودوں کو برا کہتا ہے۔ ہمارے دین میں عیب نکالتا ہے ہمیں احمق و نادان کہتا ہے۔ ہمارے آباؤ اجداد کو گمراہ بتاتا ہے۔ اب یا تو انہیں ان باتوں سے روکو یا ان کی حمایت ترک کردو...... یہ کہہ کر کفار چلے گئے۔ جب کچھ دیر تک جواب نہ ملا تو وہ دوبارہ آئے۔ پھر حضور سے انہیں بات کرنا پڑی۔ چچا کے سامنے آپؐ نے فرمایا: "اے چچا! خدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی لاکر رکھ دیں اور کہیں کہ احکام الٰہی کی تبلیغ چھوڑ دوں تو یہ نہیں ہو سکتا یا تو خدا کا دین غالب ہو گا اور شرک و بت پرستی ختم ہو گی یا پھر میں نہ رہوں گا اور ہلاک کر دیا جاؤں گا۔ یہ کہہ کر آپ آبدیدہ ہو گئے اور اٹھ کر چل دیئے" —— اسی گفتگو کا ابو طالب پر گہرا اثر ہوا اور آپ کو بلا کر کہنے لگے اے پیارے بھتیجے تم جو چاہو کہو اور کرو میں تمہیں کبھی دشمنوں کے حوالے نہیں کروں گا" (ابن ہشام السیرۃ النبویہ، جلد دوم صفحہ ۵۴) —— ۷۵۔ الاحزاب: ۱ —— ۷۶۔ الحجر: ۹۷ —— ۷۷۔ الکہف: ۶ —— ۷۸۔ الحجر: ۹۷ تا ۹۹ —— ۷۹۔ النحل: ۱۲۷۔۱۲۷ —— ۸۰۔ الحجر: ۹۴ —— ۸۱۔ الاعراف: ۱۹۹ —— ۸۲۔ بنی اسرائیل: ۵۲ —— ۸۳۔ النحل: ۱۲۵ —— ۸۴۔ العنکبوت: ۴۶ —— ۸۵۔ یونس: ۱۶ —— ۸۶۔ آل عمران: ۱۰۴، ۱۱۰ —— ۸۷۔ الحج: ۴۱ —— ۸۸۔ المائدۃ: ۲

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ